سلسلة قصص الانبیاء

1

زمین پر پہلا قدم

اشتیاق احمد

1

قصّہ سیّدنا آدم علیہ السلام

اشتیاق احمد

دار السّلام
کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
کراچی • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

السلام علیکم!

''حسن! کس سوچ میں ہو، تمہیں میرے آنے کا پتا تک نہیں چلا!''

سعد نے حیران ہو کر کہا۔

اس نے آج تک حسن کو اس قدر گہری سوچ میں نہیں دیکھا تھا۔ حسن اس وقت اپنے گھر کے باغیچے میں بیٹھا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ درختوں اور پودوں پر پرندے چہک رہے تھے اور سورج لمحہ بہ لمحہ نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی کرنیں درختوں کے اوپر والے حصوں پر پھیل رہی تھیں۔

حسن نے چونک کر سر اوپر اُٹھایا۔ سعد بالکل اس کے نزدیک کھڑا تھا۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، سعد! آؤ بیٹھو، واقعی مجھے پتا تک نہیں چلا کہ تم کب آئے۔''

''ایسی بھی کیا سوچ! تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو۔'' سعد بولا۔

''اس میں شک نہیں، میں بہت گہری سوچ میں تھا۔ صبح سے ایک پریشانی کھائے جا رہی ہے۔''

''آخر بات کیا ہے؟'' سعد نے استفسار کیا۔

''رات میں عشاء کی نماز پڑھ کے جلدی سو گیا۔ سوتے وقت یہ نیت تھی کہ صبح جلد اُٹھ کر نمازِ فجر باجماعت ادا کروں گا۔ اللہ کا کرم ہوا کہ عین اذانِ فجر کے وقت آنکھ کھل گئی۔ مؤذن کہہ رہا تھا: **الصلوٰۃ خیر من النوم** 'نماز نیند سے بہتر ہے۔' میں نے یہ سوچ کر کروٹ لی کہ ابھی تھوڑی دیر میں اُٹھتا ہوں اور جب آنکھ کھلی تو سورج کی کرنوں سے کمرہ روشن تھا۔ نماز کے کھو جانے کا دکھ پریشان کیے ہوئے ہے۔ میں صبح ہی سے اس بات پر سوچ رہا ہوں کہ آخر کیا وجہ ہوئی کہ اذان کے وقت آنکھ کھلتے ہی میں نے بستر کیوں نہ چھوڑا۔''

''نماز کا فوت ہو جانا، ہے تو دکھ کی بات لیکن تمہارا یہ احساس بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان شاء اللہ نیکی شمار ہوگا اور جہاں تک سوال ہے کہ تم اذان کے وقت آنکھ کھلتے ہی اُٹھے کیوں نہیں، تو اس کے پیچھے شیطان کا عمل دخل تھا۔''

''شیطان کا عمل دخل!''

''یہ شیطان کون ہے، تم بتا سکتے ہو؟ شیطان کون ہے، کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے؟''

یہاں تک کہہ کر حسن خاموش ہو گیا۔

سعد نے یہ سن کر کہا:

''شیطان کے بارے میں ہم سبھی سنتے رہتے ہیں۔ میرے والدین اکثر کہتے ہیں: شیطانی کاموں سے بچو، شیطان تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹاتا ہے اور اپنے راستے پر لگاتا ہے۔''

''بالکل یہی بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ شیطان ایسا کیوں کرتا ہے، وہ انسانوں کا دشمن کیوں ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو؟'' حسن نے پُرجوش انداز میں پوچھا۔

''نہیں! میرا خیال ہے اس سلسلے میں ہمیں بڑوں سے بات کرنی چاہیے۔''

''تو آؤ، ابھی ابا جان کے پاس چلتے ہیں۔''

دونوں باغیچے سے نکل کر اندرونی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں حسن کے والد زاہد صاحب اپنی چھوٹی بیٹی کو قرآنِ کریم پڑھا رہے تھے۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ابا جان!''

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ! چچا جان!''

دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ! آؤ بھئی آؤ۔''

''ابا جان! ہم آپ سے کچھ پوچھنے کے لیے آئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے، بیٹے! جو پوچھنا ہے تم پوچھ لو۔''

''یہ شیطان کون ہے؟'' حسن بولا۔

''بیٹا! شیطان کے بارے میں تفصیل سے جاننے کے لیے تو کافی وقت درکار ہے
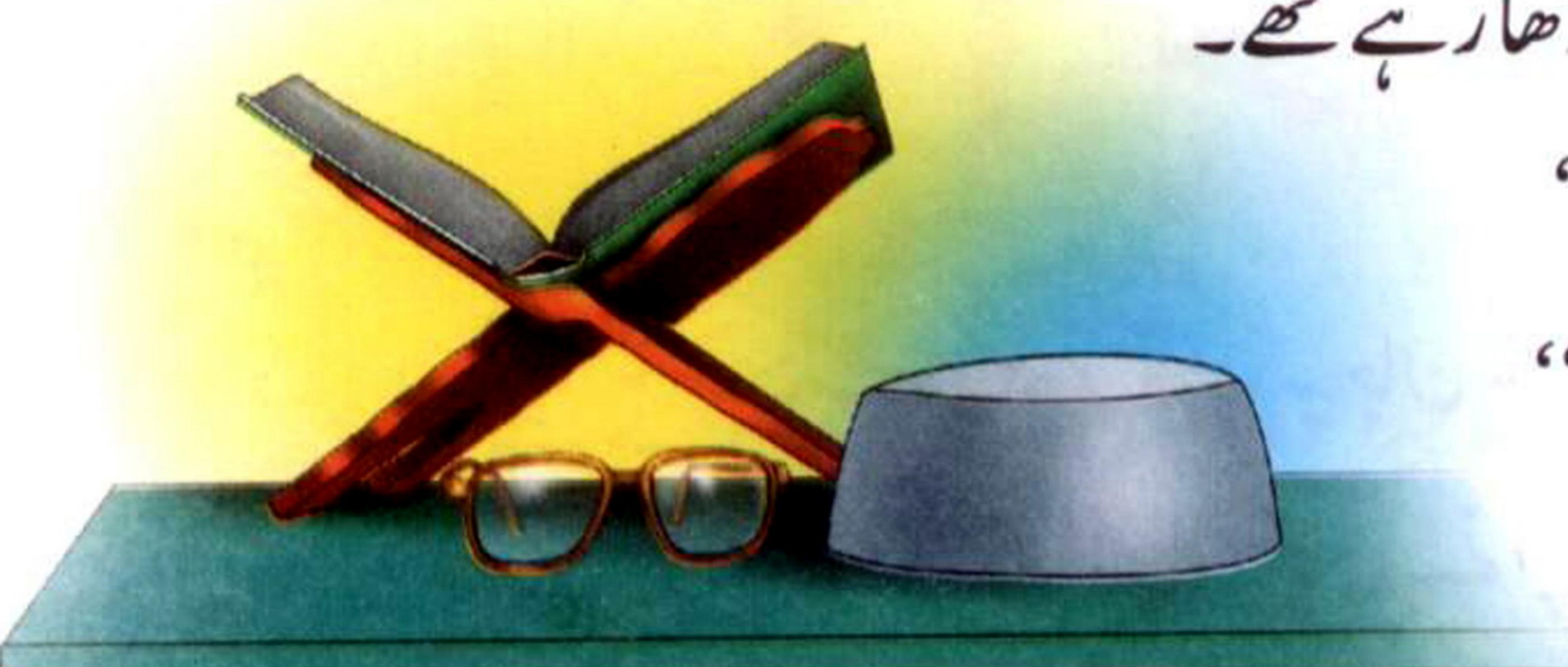
اور یہ کام رات کو عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے ہو سکے گا۔'' ابا جان نے کہا۔

''چلیے ٹھیک ہے، آج رات سونے سے پہلے یہ پروگرام طے رہا، باقی بچے بھی آ جائیں گے۔'' حسن نے کہا۔

''بالکل ٹھیک!'' زاہد صاحب مسکرا دیے۔

عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر سب بچے زاہد صاحب کے گرد جمع ہو گئے۔ سب کے چہروں پر اشتیاق صاف نظر آ رہا تھا۔ آخر زاہد صاحب نے کہنا شروع کیا:
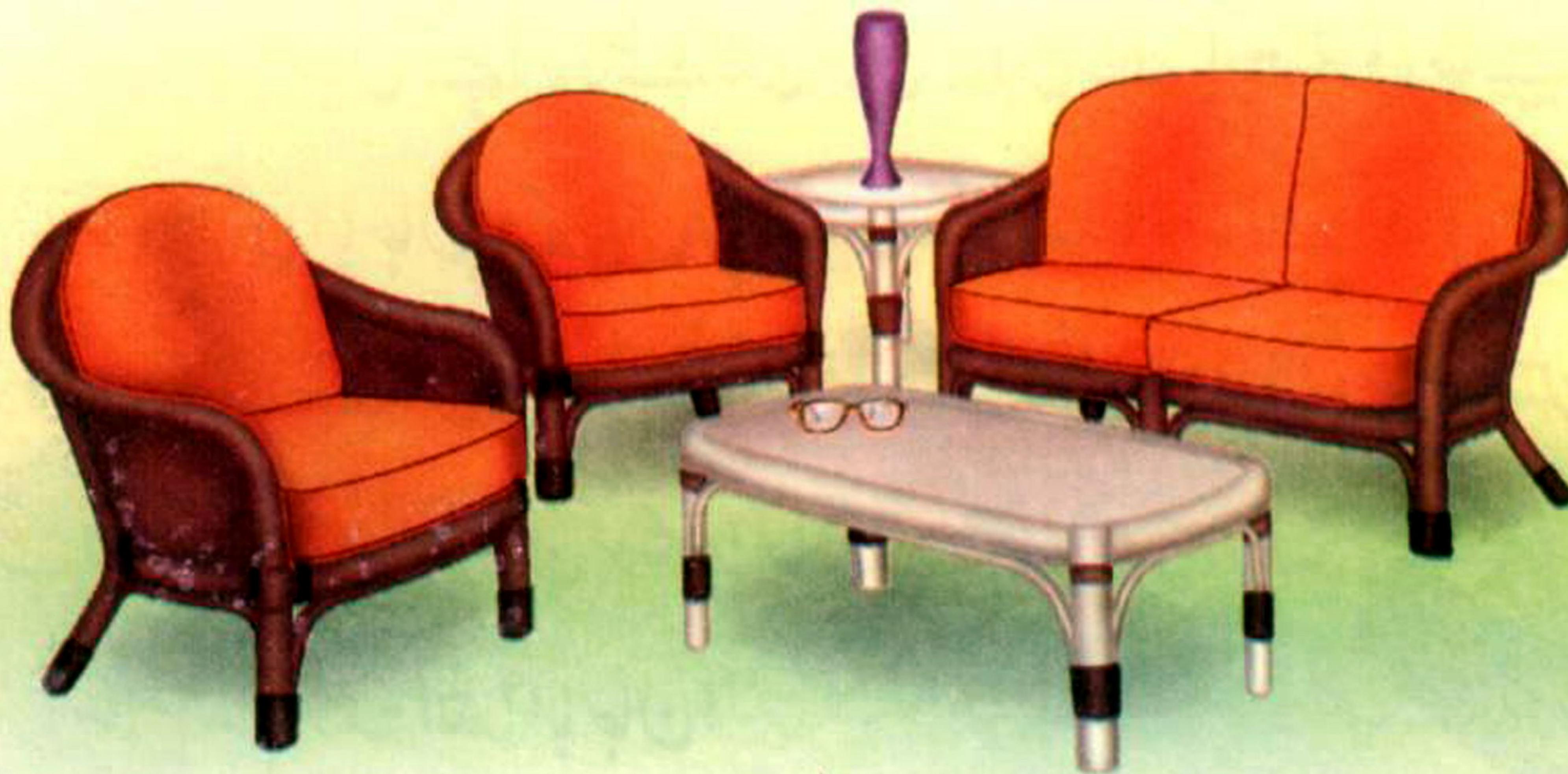
''سب سے پہلے تو آپ یہ جان لیں کہ جب اس کائنات میں کچھ بھی نہیں تھا اللہ تعالیٰ اس وقت بھی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے فرشتوں کو پیدا فرمایا۔''

''معاف کیجیے گا، ابا جان! فرشتوں کو کیسے پیدا فرمایا؟'' حسن نے معذرت کے انداز میں سوال کیا۔

''بھئی اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے: ''کن'' یعنی ہو جا، تو بس وہ کام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرشتے پیدا ہو گئے۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنّوں کو پیدا فرمایا، پھر زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔

زمین و آسمان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ لوگ سمجھ رہے ہیں نا؟''

''جی ...... جی ہاں'' سب بچے یک آواز ہو کر بولے۔

''بہت خوب، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔''

''لیکن کیسے چچا جان؟'' سعد نے وضاحت طلب کرنے کے انداز میں کہا۔

''میں تفصیل بتاتا ہوں......'' زاہد صاحب نے کہا۔

''سیدنا آدم علیہ السلام دنیا کے سب سے پہلے انسان تھے۔ آپ سے پہلے کوئی انسان نہیں تھا۔ اسی لیے آپ کو ابوالبشر یعنی انسانوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ ہماری زمین کو انسانوں سے آباد کرنے کے لیے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، تاکہ زمین پر زندگی شروع ہو۔

سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا، لیکن آپ کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

'اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔'

فرشتوں کو یہ فرمان سن کر حیرت ہوئی۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے ارادے پر کوئی اعتراض نہیں تھا، وہ فرماں بردار مخلوق ہیں، کسی صورت بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ انھیں جو حکم دیتا ہے، وہ بجا لاتے ہیں، لیکن وہ اپنی حیرت کو دور کرنا چاہتے تھے۔ یہ جاننا

چاہتے تھے کہ اس نئی مخلوق کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا جا رہا ہے؟ عبادت کے لیے تو وہ کم نہیں تھے۔ ان کا خیال تھا، یہ نئی مخلوق زمین میں فساد پھیلائے گی، خون بہائے گی، اس لیے انھوں نے اپنے رب سے سوال کیا:

’تُو ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے اور ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔‘

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: ’جو میں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔‘

اللہ تعالیٰ جانتا تھا، سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد سے انبیاء و رسل، نیک صالح اور اس سے محبت کرنے والے لوگ پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو بُرے کام کریں گے، زمین میں فساد پھیلائیں گے، لوگوں کو ناحق قتل کریں گے، لیکن ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نیکیاں کریں گے۔‘‘

یہاں تک کہہ کر زاہد صاحب خاموش ہو گئے۔

حسن نے بے تابانہ انداز میں پوچھا:

’’آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو کس طرح پیدا فرمایا؟‘‘

’’اب میں اُسی طرف آ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی کی ایک مٹھی سے پیدا فرمایا۔ مٹی کی اس مٹھی کو اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے لیا تھا۔ اس مٹی کا گارا بنایا پھر اُس گارے سے ایک صورت تیار کی، یہ صورت آدمی کی تھی۔ پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔ اس طرح ان میں زندگی آ گئی، وہ حرکت کرنے لگے۔

مٹی کی اس مٹھی میں چونکہ زمین کی تمام اقسام کی مٹی شامل تھی، اس لیے دنیا میں جتنے لوگ پیدا ہوئے یا ہوں گے، سب مختلف رنگوں اور مختلف مزاجوں کے ہیں۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں، نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

'اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ایسی مٹی کی مٹھی سے پیدا فرمایا جس کو تمام زمین سے لیا گیا تھا، اس لیے اب لوگ اسی لحاظ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی سفید رنگ کا کوئی سرخ رنگ کا، کوئی کالے رنگ کا، کوئی گندمی رنگ کا، کوئی اچھا، کوئی برا، کوئی نرم مزاج کوئی سخت مزاج اور کوئی درمیانے مزاج والا ہے۔'

ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين

جامع ترمذی میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: 'جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں روح کو پھونکا تو انھیں چھینک آ گئی۔ انھوں نے الحمدللہ کہا اور اللہ کے حکم سے اس کی تعریف کی۔ جواب میں اللہ نے انھیں کہا: یرحمک اللہ، یعنی تیرا رب تجھ پر رحم کرے۔' تخلیقِ آدم کے وقت فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ تو ایسی مخلوق کیوں پیدا کر رہا ہے جو زمین میں فساد کرے گی اور خون بہائے گی۔ فرشتے چونکہ تخلیقِ آدم کی حکمت سے ناواقف تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ تخلیقِ آدم کا مقصد، اور فرشتوں پر ان کی فضیلت و برتری واضح

کر دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام سکھا دیا، پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا:

'اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔'

فرشتے ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے، خاموش رہے، انھیں پتا نہ چل سکا کہ ان چیزوں کے نام کیا ہیں۔ آخر انھوں نے عاجزی سے کہا:

'اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والا تو تُو ہی ہے۔'

اللہ تعالیٰ نے سب فرشتوں کو حکم فرمایا:

'آدم کو سجدہ کرو۔'

قرآن کریم میں یہ ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

'اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔'

فرشتے اللہ کا حکم بجا لائے، سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، یہ سجدہ دراصل تعظیم کے لیے تھا اور اس کا حکم بھی انھیں خود اللہ تعالیٰ ہی نے دیا تھا

عبادت والا سجدہ نہیں تھا۔ عبادت والا سجدہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتا۔

اس موقع پر فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی شان کو جان لیا۔ لیکن ابلیس یعنی شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔''

''ایک منٹ ابو!'' اسماء ساتھ والے کمرے سے بول اُٹھی۔

''ہاں کہو!''

''ابو پہلے ہمیں یہ تو بتایئے کہ شیطان کون تھا؟ کیا وہ بھی ایک فرشتہ تھا؟''

''بتا رہا ہوں بھئی، فکر نہ کریں۔'' زاہد صاحب بولے۔ چند سیکنڈ تک کمرے میں خاموشی طاری رہی، پھر ان کی آواز گونجی:

''وہ ایک جنّ تھا، فرشتہ نہیں تھا، وہ غرور میں آ گیا، خود کو بڑی چیز سمجھ بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: 'اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔'

اس نے جواب دیا: 'میں اس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔'

ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا تھا، اس میں اس کا اپنا تو کوئی کمال نہیں تھا، پھر بھی وہ غرور میں آ گیا، گمراہی میں پڑ گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا تھا کہ ان میں افضل کون ہے۔ یہ غرور اور تکبر ابلیس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف لے گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ناراضی کا اظہار کیا اور اسے جنت سے نکال باہر کیا، ساتھ ہی اس پر لعنت

فرمائی، اس سے فرمایا: 'تُو یہاں سے نکل جا! تُو مردود ہوا اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت اور پھٹکار ہے۔'

شیطان نے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنا، تو اس نے کہا:

'اچھا تو پھر مجھے قیامت تک کی مہلت دے دے، تاکہ میں آدم کی اولاد کو بہکاؤں ان میں وسوسے ڈالوں، انھیں شرک میں مبتلا کروں، ان میں نفرت، بغض اور کینہ پیدا کروں، انھیں برائیوں پر اُکساؤں، انھیں جنگ اور قتل و غارت گری پر لگا دوں، ان میں سے جو میری پیروی کرے گا، وہ ضرور یہ سب کام کرے گا۔''

''کیا؟ یہ کہا اس نے، حیرت ہے۔'' حسن بول اُٹھا۔

''ہاں! بالکل، یہ ساری کہانی قرآن کریم میں موجود ہے اور احادیث میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔''

''پھر کیا ہوا چچا جان! اللہ تعالیٰ نے اُسے کیا جواب دیا؟'' سعد نے پوچھا۔

''اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: 'تو مہلت والوں میں سے ہے۔''

''اوہ......اوہ......یعنی اسے مہلت مل گئی۔'' سب بچے ایک ساتھ چلا اُٹھے۔

ہاں! اس طرح ابلیس کو معلوم ہو گیا کہ اب اسے قیامت تک کی مہلت مل گئی ہے چنانچہ اکڑ کر کہنے لگا:

'اے اللہ! میں تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں آدم کی اولاد کو اپنے سائے تلے رکھوں گا، ان میں وسوسے ڈالوں گا، یہاں تک کہ یہ تیری نافرمانی کریں گے۔ میں حرام چیزوں کو ان کے سامنے خوب صورت بنا کر پیش کروں گا، انھیں حق سے دور کروں گا

گمراہی کی طرف لے آؤں گا، یہاں تک کہ وہ تیری نعمتوں کا انکار کریں گے، البتہ جو نیک ہوں گے، مخلص ہوں گے، عبادت گزار ہوں گے، اُنھیں میں گمراہ نہیں کرسکوں گا۔'

اس بات چیت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں کیا ہے:

'تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو خاص اور پسندیدہ ہیں۔'

اسی وقت سے ابلیس انسان کا دشمن بن گیا۔ شیطان کوشش کرتا رہتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی رضا والے کاموں سے ہٹا کر اس کی ناراضی والے کاموں میں لگا دے۔ ہدایت کے راستے سے ہٹا کر گمراہی کی طرف لگا دے اور انھیں جہنم کی طرف لے جانے میں ان کی رہنمائی کرے جنت سے انھیں دور کر دے۔"

"اُف مالک!" بچوں کے منہ سے نکلا۔

"اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ جنت میں رہیں۔ آپ جنت میں رہنے لگے، لیکن تنہائی کی وجہ سے اُداسی محسوس کرتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے حوّا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ انھیں سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا، اور سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمایا:

'تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جس جگہ سے تم دونوں چاہو اطمینان سے کھاؤ۔'

چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام دونوں جنت میں آرام اور آسائش سے رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

’جنت میں تم تھکن محسوس کرو گے نہ کمزوری اور نہ وہاں کسی چیز کی محتاجی ہوگی۔ سورج کی گرمی بھی نہیں ہوگی۔‘

قرآنِ کریم میں اس بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں:

’(اے آدم!) یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ نہ تو بھوکا ہوتا ہے نہ ننگا، اور نہ تو یہاں پیاسا ہوتا ہے نہ دھوپ سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔‘‘

’’پھر...... پھر کیا ہوا، ابا جان!‘‘ حسن نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

’’پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو حکم دیا کہ تم دونوں جنت میں رہو، جنت سے ہر چیز کھاؤ لیکن بس ایک درخت سے نہ کھانا، اس درخت کے پاس بھی نہ جانا۔‘‘

’’کیا مطلب چچا جان؟ وہ کس چیز کا درخت تھا۔‘‘ سعد نے حیرت سے پوچھا۔

’’اس کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ملتی، بعض علمائے کرام نے خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ گندم کا درخت تھا۔ بہرحال وہ جس چیز کا بھی تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا پھل کھانے سے سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوّا علیہا السلام کو منع فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں اس درخت سے کیوں روکا، اس میں ضرور حکمت تھی۔ اس حکمت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے:

’اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو، پھر جس جگہ سے چاہو دونوں اطمینان سے کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔‘

سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ ان کی زندگی آرام وسکون سے بسر ہونے لگی۔ وہ جنت کے پھل کھاتے، اس کا پانی پیتے، درختوں کے سائے سے لطف اُٹھاتے، گھومتے پھرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے، اس کی تعریف بیان کرتے، اسے سجدہ کرتے، اسی کی تسبیح کرتے اور نعمتوں کی قدر کرتے، جس درخت سے انھیں روکا گیا تھا اس کے قریب بھی نہ جاتے۔
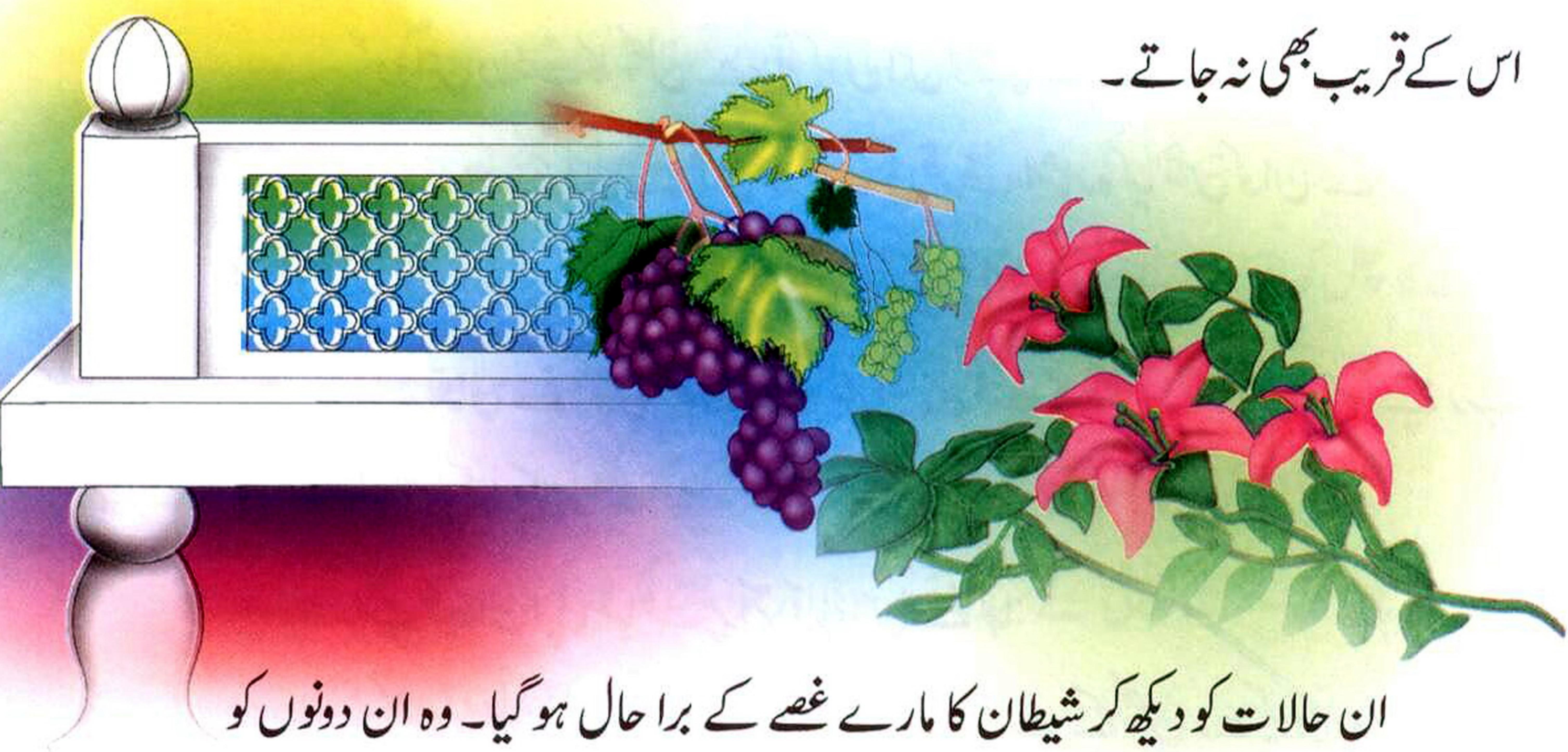
ان حالات کو دیکھ کر شیطان کا مارے غصے کے برا حال ہو گیا۔ وہ ان دونوں کو خوش دیکھتا تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگتے، بری طرح تلملانے لگتا۔ وہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ آخر رہ نہ سکا، ایک دن دونوں کے پاس آیا، ان سے کہنے لگا:

'میں تم دونوں کو دیکھتا ہوں، تم آرام وسکون کی زندگی بسر کر رہے ہو؟'

دونوں نے کہا:

'ہاں! ایسا ہی ہے، اللہ کا شکر ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔'

اب شیطان نے کہا:

'تب پھر کیوں نہ میں تمھاری رہنمائی کروں، تمھیں ایک چیز کے بارے میں

بتاؤں۔ اگر تم نے میری بات مان لی تو تمھاری زندگی اور پُر لطف ہو جائے گی۔'

انھوں نے پوچھا:

' وہ کیا چیز ہے؟ '

ابلیس فوراً بولا:

' وہ اس درخت کا پھل ہے، تم کیوں اس کو نہیں کھاتے؟'

یہ کہتے ہوئے اس نے اس درخت کی طرف اشارہ کیا جس کو ان کے لیے حرام قرار دیا گیا تھا۔ ابلیس کی بات سن کر انھوں نے کہا:

' اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے، ہم اس درخت کا پھل نہ کھائیں، ہم اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔'

اب شیطان اپنی خباثت پر اُتر آیا، اس نے کہا:

' تمھیں معلوم ہے، اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس درخت کے پھل سے کیوں روکا ہے؟'

دونوں بولے:

' ہمیں معلوم نہیں۔'

ابلیس نے کہا:

' تمھیں تمھارے رب نے اس درخت کے پھل سے اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔''

یہ سنتے ہی حسن بول اُٹھا:

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے جھوٹ بولا!''

''ہاں بالکل! خیر آگے سنیں۔'' زاہد صاحب بولے۔

سب بچے پوری دلچسپی سے یہ کہانی سن رہے تھے۔

''سیدنا آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام نے اب بھی اس کی بات نہ مانی، ادھر ابلیس بھی برابر کوشش کرتا رہا، اس نے قسمیں کھا کھا کر کہا:

'میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں، میری بات مان کر تم فائدے میں رہو گے۔'

آخر دونوں شیطان کی بات میں آ گئے، اللہ کے حکم کو بھول گئے اور انھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور ایسا پہلی بار ہوا سیدنا آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام سے چوک ہو گئی۔

''اوہ ...... اوہ ، یہ انھوں نے کیا کیا، یہ کیا ہو گیا۔'' بچے ایک ساتھ بول پڑے۔

''بس! اللہ کو یہی منظور تھا...... ہم ایسے نہیں کہہ سکتے کہ انھوں نے کیا کیا۔

ہاں تو ...... اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو اس درخت کا پھل کھانے سے منع فرمایا تھا۔ جب تک انھوں نے اس درخت کا پھل نہیں کھایا تھا، وہ آرام وسکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جنت میں آرام ہی آرام تھا۔ انھیں معلوم نہیں تھا، بھوک کیا چیز ہے، پیاس کسے کہتے ہیں، سردی گرمی کیا ہوتی ہے، ڈر کسے کہتے ہیں، غصہ کیا ہوتا ہے شرمندگی کسے کہتے ہیں لیکن جونہی انھوں نے اس درخت کا پھل کھایا، ان سب چیزوں کو محسوس کرنے لگے، پھل کھاتے ہی ان کے کپڑے اُتر گئے، وہ دونوں سخت پریشان ہوئے اور جنت کے پتوں سے اپنے بدن ڈھانپنے لگے۔

دونوں نے بہت شرم بھی محسوس کی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بھول گئے، انھیں سزا کا خوف بھی محسوس ہوا، لہٰذا اللہ کی طرف دھیان دیا، اس کے حضور دعا کی:

'اے اللہ، ہم سے بھول ہوئی، تو ہمیں معاف فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔'

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا واضح دشمن ہے۔'

دونوں نے اللہ کے حضور دعا کی:

'اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو واقعی ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'

اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا، البتہ انھیں اور شیطان کو حکم دیا:

'تم یہاں سے اُتر جاؤ، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا، نہ تو وہ بھٹکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔'

پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے فرمایا:

'ابلیس زمین پر بھی تم دونوں کا دشمن ہوگا، جیسا کہ وہ جنت میں تمہارا دشمن تھا۔'

''اوہ...... اوہ، اب بات سمجھ میں آئی۔ اور یہ ہے ہمارے سوال کا جواب۔'' بچے بول پڑے۔

''ہاں! اللہ کا شکر ہے، بات اب پوری طرح آپ کی سمجھ میں آ گئی۔ خیر آگے بھی سنیں۔ زمین پر سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی زندگی جنت سے بالکل مختلف تھی۔

جنت میں ان کو بغیر محنت کے سارا کچھ میسر تھا۔ دھوپ تھی نہ پیاس، تھکاوٹ تھی نہ بھوک، اور نہ ہی لباس کے لیے تگ و دو کرنا پڑتی تھی۔ غرض ان سب چیزوں سے بے نیاز تھے۔ لیکن دنیا میں آ کر ان کو روزی کی تلاش کرنا پڑی۔ اب وہ روزی کے لیے کھیتی باڑی کرتے، ہل چلاتے۔ رہنے کے لیے مکان اور پہننے کے لیے کپڑا حاصل کرنے کے لیے بھی ان کو جستجو کرنا پڑتی۔
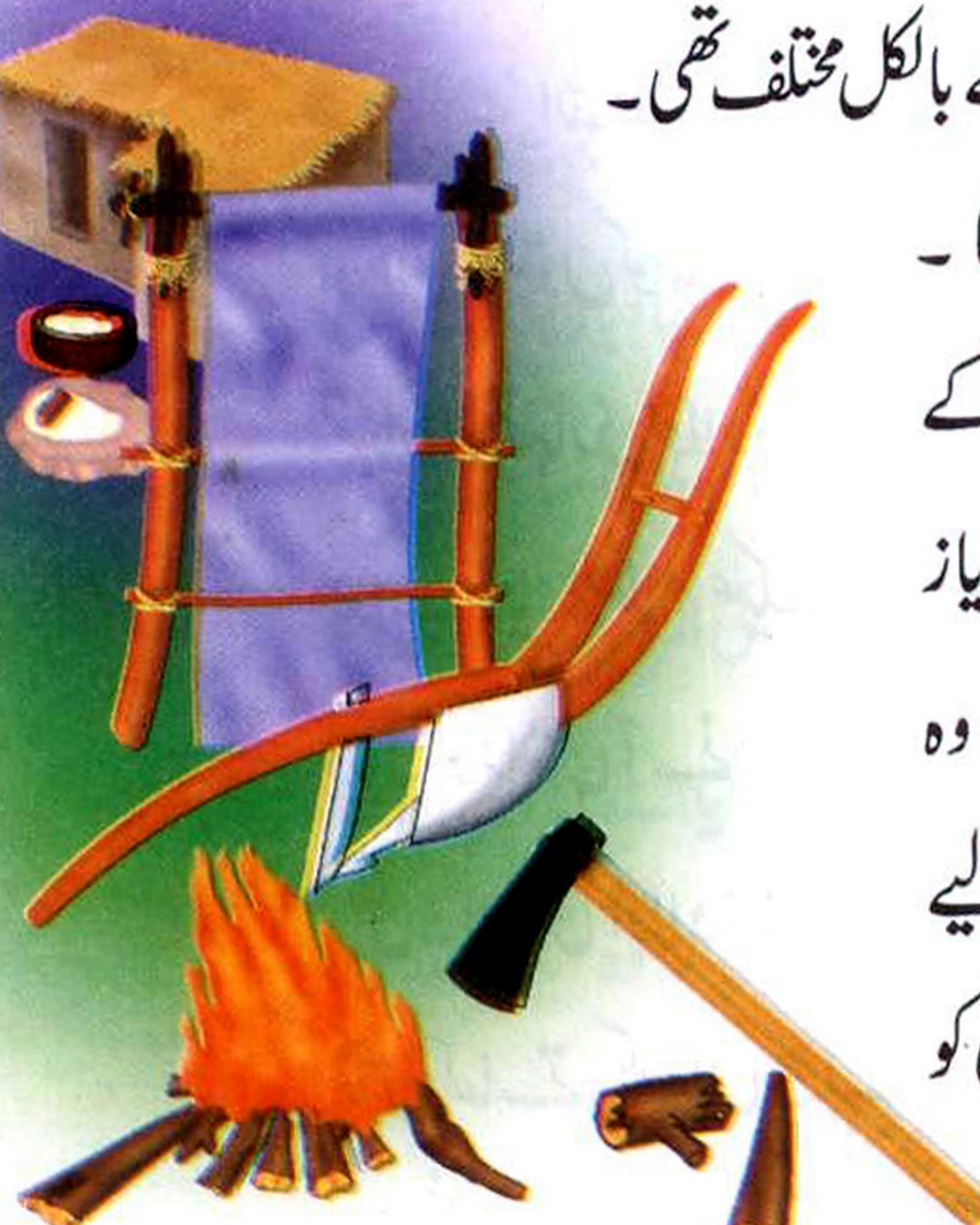
بلکہ اسی طرح سیدہ حوا علیہا السلام کے ذمے گھر کے اندرونی معاملات بھی تھے۔ کھانا پکانا گھر کی حفاظت کرنا، بچوں کی دیکھ بھال کرنا، کپڑے لباس کے لیے محنت کرنا، یہ سب کام ان کے ذمے تھے۔

اس طرح اس زمین پر انسان کی زندگی کی ابتدا ہوئی۔'' زاہد صاحب ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔

''بہت بہت شکریہ ابا جان! آپ نے بہت تفصیل سے یہ ساری کہانی سنائی۔''

''لیکن بھئی...... ابھی چند باتیں باقی ہیں، لگے ہاتھوں وہ بھی سن لیں۔''

''ضرور چچا جان! کیوں نہیں، ہمیں تو بہت لطف آ رہا ہے۔'' سعد بولا۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔ پھر فرمایا جاؤ اور ان فرشتوں کو سلام کہو، دیکھنا وہ کن لفظوں میں تمھارے سلام کا جواب دیتے ہیں کیونکہ وہی تمھارا اور تمھاری اولاد کا طریقۂ سلام ہو گا۔ سیدنا آدم علیہ السلام گئے اور کہا السلام علیکم، فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ، یعنی فرشتوں نے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔' دنیا میں آنے کے بعد سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد بہت زیادہ ہو گئی۔ ان کی اولاد زمین میں کھیتی باڑی کرنے لگی، بھیڑ بکریاں چرانے لگی، وہ زمین کے پھل کھاتے، بکریاں چراتے، دودھ پیتے، اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے۔ زمین پر اللہ تعالیٰ نے انھیں جتنی نعمتیں عطا کی تھیں، ان کا شکر ادا کرتے۔ سیدنا آدم علیہ السلام اس کے ساتھ اپنی

اولاد کو حکم دیتے کہ اللہ کی عبادت کرو، آپ انھیں شیطان اور اس کے وسوسوں سے خبردار کرتے، اس لیے کہ اسی کی وجہ سے انھیں جنت سے نکلنا پڑا تھا۔

سیدنا آدم علیہ السلام پہلے انسان تھے۔ آپ نے زمین پر زندگی بسر کی، زمین میں کام کیا، خود بھی اللہ کی عبادت کی، اپنی اولاد کو بھی اللہ کی عبادت پر لگایا۔ وہ انھیں بتاتے: اللہ ایک ہے، اللہ زبردست ہے، اسی کی عبادت کرو۔

اس طرح سینکڑوں سال گزر گئے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد تعداد میں بہت زیادہ ہو گئی، آپ کی اولاد کی اولاد بھی بہت زیادہ ہوگئی، ایک دوسرے کے ہاں شادیاں ہونے کی وجہ سے سیدنا آدم علیہ السلام کی نسل بڑھتی چلی گئی۔ زمین پر پھیلتی چلی گئی۔ وہ زمین میں کھیتی باڑی کرتے اور اس کو آباد کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال ہوگئی۔ تب آپ نے محسوس کیا، اب ان کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ آپ نے اپنے بیٹوں، پوتوں اور ان کے بیٹوں کو جمع کیا۔ ان سب کو وصیت کی کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں اسی کی اطاعت کریں اور شیطان کی راہ سے دور رہیں۔

سیدنا ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ’جب سیدنا آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا، تو انھوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: ’بیٹو! میرا جنت کے پھل کھانے کو جی چاہتا ہے۔‘ وہ تلاش کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ انھیں سامنے سے فرشتے آتے ہوئے ملے جن کے پاس سیدنا آدم علیہ السلام کا کفن اور خوشبو تھی اور ان کے پاس کلھاڑے، کسیاں اور ٹوکریاں بھی تھیں۔ انھوں نے کہا: ’آدم کے بیٹو! تمھیں کس چیز کی تلاش ہے؟‘ یا کہا: ’تم کیا چاہتے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟‘ انھوں نے کہا: ’ہمارے والد صاحب بیمار ہیں اور جنت کے میووں کی خواہش رکھتے ہیں۔‘ فرشتوں نے کہا: ’واپس چلے جاؤ! تمھارے والد تو فوت ہونے والے ہیں۔‘ فرشتے جب سیدنا آدم علیہ السلام کی روح

قبض کرنے کے لیے آئے تو حوّا علیہاالسلام نے انھیں دیکھ کر پہچان لیا۔ وہ سیدنا آدم علیہ السلام سے چمٹ گئیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا: 'مجھ سے الگ ہو جاؤ (پہلے بھی) مجھے تمھارے ہی ذریعے سے مصیبت پہنچی تھی۔ مجھے میرے رب کے فرشتوں کے ساتھ رہنے دو۔'

فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی روح قبض کی، غسل دیا، کفن پہنایا، خوشبو لگائی آپ کی قبر کھودی اور لحد تیار کی۔ پھر انھوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی نمازِ جنازہ ادا کی، پھر انھیں قبر میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔ پھر انھوں نے کہا: 'آدم کے بیٹو! تمھارے لیے یہی طریقہ ہے۔'

یہ تھی زمین پر پہلا قدم رکھنے والے انسان سیدنا آدم علیہ السلام کی کہانی جو دراصل شیطان کی انسان دشمنی کی وضاحت ہے۔ اُمید ہے، اب ہر بات آپ کے ذہنوں میں بالکل صاف ہوگئی ہوگی۔' زاہد صاحب نے کہا۔

''جی ہاں...... بالکل'' بچے ایک ساتھ بولے۔

اور ان سب کے چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

سوچ انسان کی عقل کا معیار ہوتی ہے
اگر سوچ کا زاویہ درست ہو جائے
تو کامیابی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اس کے ذہن میں بھی
ایک سوچ اُبھری جس نے اس کو الجھا کے رکھ دیا
اچھے دوست نے اس کو اچھا مشورہ دیا
دونوں نے مل کر سوچ اور الجھن کو سوال کا رنگ دے کر
ان کے سامنے پیش کیا جو ان کی نظر میں
بہترین حل پیش کر سکتے تھے۔ جواب دینے والے نے بھی کمال کر دیا
معصوم ذہنوں میں اُبھرنے والے سوال کو
اس خوبصورت پیرائے میں بیان کیا کہ
ہر چیز خود بخود واضح ہوتی چلی گئی
کتاب پڑھیں! سوال اور جواب
آپ کے سامنے واضح ہوتے
چلے جائیں گے